Majallah Tahqiq
Research Journal of the
Faculty of Oriental Learning
Vol: 38, Sr.No.109, 2017 pp 51 - 72

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیۂ علومِ شرقیہ
جلد ۳۸، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۷ء، شمارہ ۱۰۹

اختصارنویسی (تلخیص) کے اصول وضوابط اسلامی ادب کی روشنی میں

☆ڈاکٹر محمد سلیم اسماعیل ☆☆ڈاکٹر محمد اسلم صدیق

Abstract:

The article entitled:"Criteria of abbreviation through the light of Islamic Literature"is about history,deffination,imortance,process and criteria of this prestigious kind of writting through the light of Islamic & Arabic Literature. Alternate of the word abbrevation is khulasa and alternate of the word acronym is mukhafaf in Urdu .Abbrevation is a techinc and type of writting or compilation in which explanatory text can be changed in form of shortend words .Technic of abbrevation should apply under a criteria otherwise it would be a great defficiency in producing a new literature. The article throughs light on merits ,demerits and various types of abbrevation.

Keywords: khulasa, talkhees, art of writting and compilation, Immam, Islamic Jurisprudence, explanations, commentaries, words, book, voulmes, criteria,text, scholars, writers, researcher, late scholars, coming scholars, footnotes, methodology.

تصنیف وتالیف کے بے شمار انداز اور اقسام ہیں اور مختلف علوم میں ہر طرح کی تصنیفات منظر عام پر آ چکی ہیں۔ بعض کتابیں تو نہایت ضخیم ہیں، جیسے ابن عقیلؒ کی کتاب ''الفنون'' چار سو جلدوں پر مشتمل ہے۔ بعض کتابیں متوسط درجہ کی ہیں اور صرف چند جلدوں پر مشتمل ہیں اور بعض کتب نہایت مختصر اور چند صفحات سے زیادہ نہیں ہیں۔ الغرض ضخامت، موضوعات، علوم کی مختلف اقسام اور مصنفین کے اغراض و مقاصد کے لحاظ سے مختلف اقسام پر مشتمل بے شمار کتب اس وقت دنیا میں موجود ہیں۔ علامہ ابن خلدون ''مقدمہ'' میں تصنیف وتالیف کے مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد۔

☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی فیصل آباد۔

''لوگوں نے تصنیف وتالیف کے چند مقاصد کا احاطہ کیا ہے جن پر واقعی بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔۱:تصنیف کا سب سے عظیم مقصد کسی جدید علم کا انکشاف، اسے فصول اور ابواب میں تقسیم کرنا، اس سے متعلقہ ابحاث کو تلاش کرنا اور ان مسائل اور اصولوں کا استنباط کرنا ہے جو ایک محقق کو پیش آسکتے ہیں بشرطیکہ وہ محقق ان مسائل کو دوسروں تک پہنچانے میں حریص بھی ہو۔ مثال کے طور پر اصول فقہ کا علم لیجئے، جس کا پہلے بالکل وجود نہیں تھا۔ امام شافعیؒ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دلائل شرعیہ کو سامنے رکھ کر اصول فقہ کا علم ایجاد کیا اور اپنی کتاب ''الرسالۃ'' میں اس کی تدوین کا آغاز کیا۔ فقہ کے اصولوں کا استنباط کیا۔ پھر احناف اس میدان میں داخل ہوئے اور انہوں نے قیاس کے جملہ مسائل کا احاطہ کیا۔ ۲تصنیف کا دوسرا بڑا مقصد ائمہ سلف کی کتب کی پیچیدہ عبارتوں کو آسان انداز میں کرنا ہے۔۳: تیسرا مقصد متقدمین ائمہ کے تسامحات اور غلطیوں کی نشاندہی کرنا ہے۔۴:کسی علم وفن کے تشنہ پہلوؤں کا اس طرح احاطہ کرنا کہ وہ ہر لحاظ سے مکمل ہوجائے۔۵:کسی علم کے غیر منظم اور غیر مرتب مسائل کو مرتب و منظم کرنا اور ان کی نوک پلک سنوارنا۔۶:ایک علم کے مختلف کتب میں جا بجا بکھرے ہوئے مسائل کو مختلف کتابوں سے چھانٹ کر یکجا کرنا۔۷:کسی فن کی مفصل اور طول طویل ابحاث پر مشتمل امہات کتب کو اس طرح مختصر کرنا کہ کم از کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی سما جائیں۔''(۱)

ابن ندیم نے اپنی کتاب ''الفہرست'' میں ایسے مختلف ۳۴ علوم وفنون کو جمع کر دیا ہے۔ اور حاجی خلیفہ کی کتاب ''کشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون'' تصنیفات کے اسماء اور ان کی انواع واقسام اور اسلامی مصادر وماٰخذ کی تفصیل کا ایک حسین مرقع ہے، اور اس فن میں وہ ایک مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کی متعدد حواشی، شروحات، تعلیقات اور تلخیصات اس کی اہمیت کی آئینہ دار ہیں۔

علما نے تصنیف وتالیف کے میدان میں متن، شرح، حاشیہ، تہمیش، تذییل اور اختصار؛ ایسی متعدد اصنافِ تالیف کو اختیار کیا ہے۔ ان میں سے ہر صنف کے اپنے اصول، مقاصد اور تقاضے ہیں، لیکن ہم سر دست تالیف کی صنف:'اختصار نویسی' تک اپنی بحث کو محدود رکھیں گے۔

اختصار نویسی، اس کا مفہوم اور اس کے بعض مترادفات

اختصار نویسی تالیف کی ایک اہم قسم ہے۔ متقدمین اور متاخرین میں سے بے شمار مصنفین نے اس طریقہ تالیف میں دلچسپی لی۔ کشف الظنون کے مصنف نے سائز اور مقدار کے اعتبار سے تالیفات کو ضخیم، متوسط اور مختصر میں تقسیم کیا ہے کہ ضخیم کتب؛ بغرض مطالعہ ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ متوسط کتب افادہ علم

کے لئے لکھی جاتی ہیں۔اور مختصر کتب سے صرف منتہی طلباء ہی استفادہ کرسکتے ہیں یا پھر وہ ابتدائی طالب علم جو انتہائی ذہین ہو اور انتہائی پیچیدہ اور دقیق سے دقیق عبارات کے معانی کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔(۲)

لسان العرب میں ہے کہ" کلام میں اختصار سے مراد اس کا اجمال ہے۔یعنی کلام کو حشو و زوائد سے پاک کرنا اور ہر چیز سے اس کے زائد غیر ضروری حصہ کو حذف کردینا اختصار کہلاتا ہے۔"(۳) علماء کی اصطلاح میں اختصار کا مفہوم تقریباً لغوی معنی کے قریب قریب ہے۔چنانچہ ابن قدامہؒ اپنی کتاب "مختصر الخرقی" کی شرح میں اختصار کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: "**اختصرت هذا الكتاب**، یعنی میں نے اس کتاب کے الفاظ کو کم کیا اور اسے مختصر کیا" امام البھوتیؒ (۱۰۵۱ھ) نے لکھا ہے کہ "اس سے مراد وہ کلام ہے جس کے الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں۔" شیخ عبدالرحمٰن بن قاسم "روض المربع" کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ اختصار سے مراد بعض الفاظ کو اس طرح (حذف) کم کرنا کہ یہ کمی معنی پر اثر انداز نہ ہو۔(۴) الخطیب شربینی "مغنی المحتاج" میں فرماتے ہیں: "فقہ میں مختصرات سے مراد وہ کتب ہیں جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوں اور اختصار سے مراد: الفاظ کو اس طرح کم کرنا کہ معانی میں کوئی فرق نہ پڑے۔"(۵)

مذکورہ عبارات کے تناظر میں اختصار کا یہ مفہوم سامنے آتا ہے کہ کسی کتاب کے مسائل یا اس کے الفاظ کو اس طرح کم کرنا کہ معنی میں کسی طرح کی تبدیلی واقع نہ ہو۔ اور طویل سے طویل عبارت کا نتیجہ اس طرح چند فقروں میں سمو جائے کہ اس میں مکمل تاثر اور ابلاغ موجود ہو اور زیادہ سے زیادہ معانی کم از کم الفاظ میں ادا ہو جائیں۔پیغمبرﷺ **أوتيت جوامع الكلم وأختصر لي الكلام اختصارا** (٦)

"مجھے جوامع الکلم سے نوازا گیا ہے اور کلام میرے لئے مختصر کر دی گئی ہے۔"

تلخیص، تہذیب اور انتقی جیسے الفاظ بھی اختصار کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں، لیکن ان کے درمیان کچھ فرق بھی پایا جاتا ہے۔تلخیص: کبھی تو اختصار کا ہم معنی ہوتی ہے اور کبھی اس کے برعکس، تفصیل تشریح اور تحقیق کے معنی میں ہوتی ہے۔القاموس میں اس کا معنیٰ کسی چیز کی تشریح و توضیح اور اسے غیر ضروری اشیاء سے پاک کرنا بیان ہوا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کبھی اس میں یہ دونوں معانی بیک وقت جمع ہو جاتے ہیں، جیسا کہ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب: "**التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير**" میں ان دونوں معانی کو جمع کر دیا ہے، کیونکہ انہوں نے اس میں ایک طرف تو اپنے شیخ ابن ملقنؒ اور دیگر محدثین کی تخریجات سے استفادہ کرتے فقہاء کی فروعات کے تمام دلائل پر مشتمل متعدد نکات اور فوائد کو جمع کیا ہے اور اس کے

ساتھ یہ کتاب ابن الملقن کی کتاب ''البدر المنیر فی تخریج الأحادیث والآثار الواقعة فی الشرح الکبیر '' کا اختصار بھی ہے۔

'تہذیب' اور 'اختصار' قریب قریب معنی کے حامل ہیں اور 'تہذیب' اختصار کے معنی میں بھی مستعمل ہے، البتہ نوعیت کے لحاظ سے کبھی کبھی 'تہذیب' اور 'اختصار' ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ کتاب کی تہذیب سے مراد ''اسے غلطیوں سے پاک کرنا، اس کی نوک پلک سنوارنا، کتاب کی اصل عبارت اور اس کے موضوعات کا التزام کرنا اور اسے زوائد سے پاک کرنا ہے، جبکہ اختصار میں یہ ہوتا ہے کہ کتاب کے موضوعات کم کر دیئے جاتے ہیں اور اسے زوائد سے پاک کر دیا جاتا ہے لیکن اس کی غلطیوں کی اصلاح مقصود نہیں ہوتی۔ اسی طرح تہذیب میں اصل کتاب پر اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے، جبکہ اختصار میں ایسے نہیں ہوتا۔ مثلاً امام مزی کی کتاب ''تہذیب الکمال فی أسماء الرجال'' باوجود حافظ عبدالغنیؒ کی کتاب '' الکمال فی أسماء الرجال'' کی تہذیب ہونے کے اس سے دوگنا زیادہ ہے۔

اور لفظ 'انتقاء' کا اختصار سے فرق یہ ہے کہ انتقاء میں کسی کتاب کا اختصار کرتے ہوئے اس کے بہترین مواد اور نہایت جامع الفاظ کو اختیار کیا جاتا ہے جس میں معانی کا بے پناہ ذخیرہ موجود ہو۔ اور بعض دفعہ اس کا اطلاق کسی مسئلہ کے متعلق تمام دلائل، نکات اور فوائد کا لب لباب اور نچوڑ جمع کرنے پر بھی ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال ابن تیمیہؒ کی کتاب '' منتقی الأخبار من کلام سید الأخیار'' ہے۔ اس میں احکام سے متعلقہ روایات کو جمع کیا گیا ہے اور یہ کسی دوسری کتاب کا خلاصہ یا اختصار نہیں ہے۔

اختصار کی چند ضمنی صورتیں

ویسے تو اختصار کی یہی ایک صورت ہے لیکن اس کے علاوہ بھی اختصار کی چند صورتیں ہیں۔ ان کی افادیت واہمیت کے پیش نظر انہیں یہاں ذکر کر دینا مناسب ہوگا۔

اختصارِ حدیث

اس سے مراد حدیث کے بعض متن پر انحصار کر کے بعض کو حذف کر دینا ہے۔ محدثین نے اس کے جواز کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ امام مالک رسول اللہ ﷺ کے قول کو مختصر کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ چنانچہ اشہبؒ نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

''جہاں تک رسول اللہ ﷺ کے قول کا تعلق ہے تو میں اس میں کسی قسم کی بھی کمی بیشی کو روا نہیں سمجھتا۔ اور رہا رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دیگر اقوال کا معاملہ ہے، تو میرا خیال یہ ہے کہ

اگر تو حذف کرنے سے مفہوم میں فرق نہ آئے تو حذف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

امام مجاہدؒ، ابن معینؒ اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک متن کے بعض حصہ کو حذف کرنا مطلقاً جائز ہے، خواہ اس سے معنی میں تبدیلی ہو یا نہ ہو۔ اور بعض یہ فرق کرتے ہیں کہ اگر تو حذف کرنے سے مفہوم میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی اور شریعت کا کوئی حکم فوت نہیں ہوتا تو جائز ہے، وگرنہ ناجائز۔ لیکن جمہور علما کا مسلک یہ ہے کہ اگر تو متن حدیث میں تبدیلی کرنے والا کوئی ماہر عالم ہے، جو کلام کی باریکیوں کو سمجھنے اور پرکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اختصار کرنا جائز ہے، وگرنہ نہیں۔ ابن حجرؒ نے بھی جمہور کا یہی مذہب بیان کیا ہے۔(۷)

کلمات اور الفاظ میں اختصار

وقت کی قدر و قیمت کا احساس رکھنے والے کے لئے بعض الفاظ اور کلمات میں اختصار کرنا نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے قاری اور کاتب کے لئے وقت کے ساتھ وسائل کی بھی بچت ہوتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی عالم یا محقق مختلف علوم کی تصنیف و تالیف کے دوران اختصار کی اس صنف سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا۔ اس میدان میں بہت کام ہوا ہے۔ علم حدیث میں اختصار کی چند صورتیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ کتبِ حدیث کے اسماء میں اختصار: مثلاً 'خ' سے مراد صحیح بخاری 'م' سے مراد صحیح مسلم 'د' سے مراد ابوداؤد، اسی طرح دیگر کتب حدیث۔

۲۔ حدیث کو روایت کرنے کے لئے جو صیغے (الفاظ) استعمال ہوتے ہیں، ان میں اختصار: مثلاً **حدثنا** سے **ثنا**، **أخبرنا** سے **أنا**، **قال حدثنا** سے **قثنا** وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ حدیث کو بیان کرنے میں اختصار: چنانچہ محدثین بعض دفعہ حدیث کا ابتدائی حصہ ذکر کرنے کے بعد صرف لفظ 'الحدیث' لکھ دیتے ہیں، جس کا مطلب ہوتا ہے **أکمل الحدیث**، یعنی حدیث کو مکمل کر لیجئے، مثلاً حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **إنما الأعمال بالنیات** ''الحدیث'' یعنی **أکمل الحدیث**

۴۔ حدیث پر صحت اور ضعف کا حکم لگانے میں اختصار: مثلاً 'ص' سے صحیح 'ح' سے مراد حسن اور 'ض' سے مراد ضعیف۔

۵۔ حدیث کا حوالہ دینے میں اختصار: کہ مکمل حدیث ذکر کرنے بجائے صرف حدیث کا نمبر دے دیا جاتا ہے۔

۶۔ سند اور متن میں اختصار: جب ایک حدیث کے بعد دوسری حدیث کا متن سند کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ تقریباً اس کے قریب قریب ہو تو محدثین کہتے ہیں: **به بنحوه**، لیکن اگر بعد الذکر حدیث کا متن اول الذکر حدیث کے متن سے بالکل مطابق ہو، تو کہتے ہیں: **به بمثله**

اختصار کی یہ صنف صرف عربی زبان میں ہی نہیں بلکہ ہر زبان میں عام ہے اور شرعی علوم کے دیگر علوم، مثلاً علم ریاضی، فزیالوجی اور علوم طب وغیرہ میں بھی اختصار کی یہ صنف نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ اور اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔

اسی طرح خفیہ خطوط، دستخط اور برقی تاروں کے ذریعے پیغام رسانی اور ٹیلی فون میں اشاروں کی زبان استعمال کرنا بھی اختصار کی اسی قسم سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح افواج کے درمیان جاسوسی کے لئے بعض کوڈ ورڈ کا استعمال اسی قسم سے ہے۔ علاوہ ازیں اس قسم کی بے شمار صورتیں اور متعدد فیلڈ ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ لیکن کلام میں اختصار کی اس صنف کے فوائد کے حصول بعض اہم اصول وضوابط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، وگرنہ یہ فن اپنی قدر و قیمت کھو بیٹھے گا:

۱۔ اختصار کے لئے ایک حد متعین ہونی چاہئے، یعنی اختصار اس قدر زیادہ نہ ہو کہ قاری کے لئے عبارت نہایت پیچیدہ اور گنجلک ہوجائے اور اسے سمجھنے کے لئے قاری کو ہر کلمہ پر گہرا غور وفکر کرنا پڑے۔

۲۔ جب اختصار ادب کے منافی اور مفہوم میں کسی قسم کا وہم پیدا کر رہا ہو تو اس صورت میں اس سے احتراز کیا جانا چاہیے، مثال کے طور پر نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ ﷺ کی بجائے 'ص' یا 'صلعم' لکھنا یا صحابی کے نام کے ساتھ ؓ لکھنا ادب کے منافی ہے۔ اس طرح جہاں اختصار خلاف اولیٰ اور نا قابل تحسین ہو، مثلاً حدیث کی تخریج کے سلسلہ میں صرف صحیح یا ضعیف کہنے پر اکتفا کرنا، کیونکہ اس کا مطلب طلبائے علم کو دوسروں پر بھروسہ کرنے اور تقلید کا عادی بنانے کے مترادف ہوگا اور اس طرح وہ حدیث کے مختلف طرق کو جمع کرنے اور پھر تمام طرق کے راویوں کی چھان بین کرنے کی تکلیف برداشت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کریں گے۔

اختصار نویسی کے جواز اور عدم جواز کے متعلق محققین کا نقطہ نظر

اس بارے میں محققین علماء اور مصنفین دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں:

پہلا گروہ: ایک گروہ نے کتب کے اختصار کی شدید مخالفت کی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ طریقہ انسانی تربیت اور اس کی علمی استعداد کو فروغ دینے کا جو صحیح طریقہ ہے، اس کے سراسر منافی ہے۔ یہ علمی تحریک کا دم واپسیں ہے۔ ایسے طریقوں کا ظہور اس وقت ہوتا ہے، جب علمی انحطاط کا آغاز ہوجائے اور اجتہاد کا دروازہ بند کرکے تقلید کی روش اختیار کرلی جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ اختصار نویسی مؤلف کی علمی اہلیت کی کمزوری کا مظہر ہوتی ہے، کیونکہ اس سے وہ حقائق اور نئی تحقیقات سامنے نہیں آتیں ہیں جن سے دماغوں کو جدید وصالح علمی و

فکری غذا مہیا ہو سکے۔ علامہ محمد کرد علی اپنی کتاب ''**خطط الشام**'' میں لکھا ہے کہ عثمانی دور حکومت میں دمشق کی علمی حالت نہایت دگرگوں ہو چکی تھی۔ متقدمین نے جو علمی اندوختہ چھوڑا تھا، اکثر متاخرین کا کام صرف ان کی منتشر معلومات کو یکجا کرنا اور اس کی شرح وتوضیح، اختصار وتلخیص رہ گیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اجتہاد اور تخلیقی کام کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا اور عہدِ فاطمیین میں ایسے شخص کو سخت سزا دی جاتی تھی جو مذاہب اربعہ؛ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا تھا۔(۸)

اختصار کے مخالفین میں سے بعض کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ کسی کتاب کا اختصار کرنا اس پر ایک طرح کا ظلم ہے اور اس کے حسن و جمال کو بٹہ لگانے کے مترادف ہے۔ آپ کلام میں جس قدر اختصار کریں گے، اسی قدر آپ کے الفاظ دقیق الفہم اور پیچیدہ ہوتے جائیں گے۔ ایک طالب علم کا ذہن اس قدر راسخ نہیں ہوتا اور نہ اس میں یہ ملکہ ہوتا ہے کہ وہ اس عبارت کی پیچیدگیوں کو سمجھ سکے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نوآموز طالب علم کی ذہنی صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں اور وہ سمجھ نہیں پاتا کہ آیا تعلیم کے مقاصد کیا ہیں؟ اختصار کرنے کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ مختصر عبارت کو یاد کرنا اور سمجھنا آسان ہو جائے، لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ طالب علم کی علمی استعداد کم ہونے کی وجہ سے وہ اپنا بہت سا قیمتی وقت عبارت کی گھتیاں سلجھانے میں ہی صرف کر دیتا ہے۔ جبکہ تعلیم کا مفید طریقہ تو یہ ہے کہ طالب علم کو مختصر کتب پڑھانے سے پہلے علوم کو رفتہ رفتہ اور تھوڑا تھوڑا ذہن نشین کرایا جائے۔ سب سے پہلے اسے اصولی اور امہات مسائل از بر کروائے جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ متعلّم کی ذہنی استعداد بھی ضرور پیش نظر رہنی چاہئے کہ اس میں اخذِ علم اور استیعاب کی صلاحیت کس قدر ہے۔ اس نظریہ کے حامل جاحظ، ابن خلدونؒ اور یاقوت حمویؒ ہیں۔ یاقوت حمویؒ نے اس حوالہ سے جاحظ کے متعلق ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ

> ''جاحظ نے ایک کتاب لکھی۔ ان کے ایک ہم عصر نے اختصار کرتے ہوئے اس میں سے بعض چیزیں حذف کر دیں اور کتاب کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔ جاحظ کو پتہ چلا تو اسے بلایا اور کہا: اے شخص! مصنف ایک مصور کی مانند ہوتا ہے۔ میں نے بھی اپنی تصنیف میں ایک تصویر بنائی تھی۔ اس کی دو آنکھیں تھیں، تو نے انہیں اندھا کر دیا، اللہ تجھے اندھا کرے! اس کے دو کان تھے تو نے انہیں کاٹ دیا، اللہ تیرے کانوں کو کاٹے! اس کے دو ہاتھ تھے تو نے انہیں شل کر دیا، اللہ تیرے ہاتھ شل کرے! جاحظ نے جسم کے ایک ایک حصہ کا نام لیا۔ آخر اس آدمی نے اپنی جہالت پر معذرت کی اور توبہ کی کہ آئندہ ایسے نہ کروں گا۔''(۹)

اختصار کے سلسلے میں ابن خلدون نے نہایت سخت موقف اختیار کیا ہے۔ انہوں نے اختصار کے دلدادہ، اوراس میں مبالغہ سے کام لینے والے متاخرین علما کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اختصار کے متعدد نقصانات کا ذکر کیا ہے۔ وہ اپنے مشہور مقدمہ میں فرماتے ہیں:

''بہت سے متاخرین علماء کو یہ شوق چرایا کہ انہوں نے علوم کے پھیلاؤ کو سکیڑنا اور سمیٹنا شروع کردیا اور دریا کو کوزے میں بند کرنے کے زعم میں ہر علم کے پھیلے ہوئے مسائل، دلائل، طرق و اقسام کو مختصر سے مختصر اور پیچیدہ سے پیچیدہ عبارت میں لاکر ہر علم کا ایک خاکہ سا بنا ڈالا۔ اگر دیکھو تو کچھ نہیں، سمجھو تو بہت کچھ۔ اس طریق عمل سے انہوں نے گویا بلاغت کی جڑ کاٹ ڈالی، اور فہم متعلّم پر پہاڑ لا کھڑے کئے۔ طول وطویل کتب اور امہات تفاسیر پر جب انہوں نے نظر ڈالی، تو ان کے بھی ذرا ذرا سے خلاصے کرڈالے، تاکہ ہر شخص ان کو بآسانی یاد ہو کر سکے، مثلاً ابن حاجبؒ نے علم فقہ میں، ابن مالک نے علوم عربیہ (نحو) میں اور علامہ خونجی نے علم منطق میں یہی طریق کار اختیار کیا۔ اس اسلوبِ تالیف سے تعلیم کو سخت نقصان پہنچا اور علم کا حصول انتہائی خلل پذیر ہوا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس قسم کی تالیفات کے ذریعے نو آموز طالب علم کے ذہن پر ایسے انتہائی قسم مسائل کو سمجھنے کا بوجھ ڈالا جاتا ہے جن کو سمجھنا ان کے بس میں نہیں ہوتا اور یہ تعلیم کا نہایت غلط طریقہ ہے۔ شاگرد بیچارا اصل مسائل کو چھوڑ کر مشکل و کٹھن الفاظ کی گتھیاں سلجھانے اور پھر ان کے دقیق الفہم معانی میں غور وفکر کر کے ان سے مسائل مستنبط کرنے میں ہی الجھ کر رہ جاتا ہے، کیونکہ یہ اصول ہے کہ آپ بیان میں جس قدر اختصار کریں گے، اسی قدر آپ کے الفاظ دقیق الفہم اور پیچیدہ ہوتے جائیں گے، جن کو حل کرنے میں متعلم کا بہت سا قیمتی صرف ہو جائے گا۔'' (۱۰)

<u>**دوسرا گروہ:**</u> ان علما کا ہے جنہوں نے اس کی تائید اور ہر لحاظ سے اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اختصار کے ان مجوزین کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ انہیں شمار کرنا ممکن نہیں۔ اس کا اندازہ ان سینکڑوں مختصرات سے کیا جاسکتا ہے جو مختلف ادوار میں مختلف علوم میں تالیف کی گئیں۔ صرف شرعی علوم: تفسیر، حدیث، فقہ میں ہی مختصر شدہ کتب کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

اختصار نویسی کے بعض نقصانات کے باوجود بہرحال اس کی اہمیت وضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اختصار کے نتیجہ میں اگر کتاب کے الفاظ پیچیدہ، معانی انتہائی دقیق الفہم ور تراکیب زیادہ گنجلک ہوجائیں اور بآسانی یہ معلوم نہ ہو کہ ضمائر کا مرجع کیا ہے تو اس صورت میں یقیناً اختصار نویسی کی حمایت نہیں کی جاسکتی، لیکن

اگر مقصد پیشرو تالیفات کی تنقیح ہو بایں صورت کہ کسی کتاب کے مسائل یا الفاظ اس طرح کم ہو جائیں کہ اصل مصنف کا مقصد بھی فوت نہ ہو اور اس کے ساتھ طویل سے طویل عبارت کا نتیجہ اس طرح چند فقروں میں سمو جائے کہ اس میں ابلاغ کا مکمل تاثر موجود ہو اور زیادہ سے زیادہ معانی کم از کم الفاظ میں ادا ہو جائیں تو اختصار نویسی کا یہ رویہ قابل تحسین ہے۔ اس طرح طالب علم کے لئے کتاب کو سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ دوران اختصار اصل کتاب کی شرائط اور اصل مصنف کے مقاصد فوت نہ ہونے پائیں۔ متعدد جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب کو ایک جلد میں سمونے کا کام وہی شخص بطریق احسن انجام دے سکتا ہے جو ایک پختہ کار عالم ہو اور اسے علم میں فہم وبصیرت کا ایک وافر حصہ عطا ہوا ہو۔

اور اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اہم موضوعات اور امت مسلمہ کو درپیش مسائل پر لکھنا، مسائل دینیہ میں تجدید کی خدمت سرانجام دینا اور جن مسائل پر ابھی تک قلم نہیں اٹھایا گیا، انہیں امت مسلمہ کے لئے عیاں کرنا ہر لحاظ سے اولیت کا حامل ہے، تاکہ ہر عہد کے دماغوں کو جدید وصالح علمی وفکری غذا مہیا ہو سکے اور زمانہ کے اہل علم کو نئے مواد، نئے دلائل اور نئی تحقیقات سے آگاہی حاصل ہو۔ لیکن جب ہمتیں پست ہو گئیں اور عزائم کمزور پڑ گئے تو علما کو متعلمین اور اسلامی معاشروں کی حالت کا لحاظ رکھتے ہوئے اور کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے، کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اپنی توجہ اختصار کی جانب مبذول کرنا پڑی۔

اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر علماء نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں معذرت خواہانہ انداز سے بعض وہ اسباب ذکر کئے ہیں جن کی وجہ سے انہیں بسط وتفصیل کی بجائے صرف ضروری اور اہم مسائل پر اکتفا کرتے ہوئے اختصار کا طریقہ کار اختیار کرنا پڑا۔ چنانچہ ابن حاجبؒ اصول فقہ پر اپنی مختصر کتاب کے متعلق فرماتے ہیں کہ

> ''جب میں نے دیکھا کہ ہمتیں جواب دے گئی ہیں اور ہر شخص اختصار وایجاز کا خواہاں ہے تو میں نے اصول فقہ پر ایک نہایت مختصر کتاب تالیف کی اور میں نے اختصار میں وہ اچھوتا انداز اور عمدہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ ذہین اور عقلمند انسان کو کوئی چیز اس کے استفادے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی اور وہ با آسانی اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔'' (۱۱)

امام نوویؒ اپنی کتاب **المنھاج** جو کہ امام رافعیؒ کی کتاب **المحرر** کی تلخیص ہے میں فرماتے ہیں کہ:

> ''امام رافعیؒ کی کتاب ''**المحرر**'' اگرچہ نہایت عمدہ تلخیص ہے، لیکن اس کے باوجود اس کا حجم کافی بڑا تھا۔ اہل زمانہ کے اکثریت کے لئے اس کو حفظ کرنا نہایت مشکل ہونا لہٰذا میں نے سوچا کہ اس

کا اختصار کرکے اس کو آدھا کر دیا جائے تا کہ اس کو حفظ کرنا آسان ہو۔اور اس کے ساتھ ہم اس میں بعض عمدہ اور مفید حواشی کا اضافہ بھی کر دیں۔ مثلاً بعض مسائل میں قیود کی نشاندہی کی ہے جو اصل کتاب میں مذکور نہیں ہیں۔اسی طرح بعض ان مواقع کی نشاندہی کی ہے جہاں مصنف نے امام شافعیؒ کے مختار مذہب کی خلاف ورزی کی ہے۔اسی طرح بعض وہ الفاظ جو غیر مانوس اور نادر الاستعمال تھے یا جن میں غلطی کا امکان تھا، انہیں مناسب الفاظ سے تبدیل کر دیا ہے۔اس کے علاوہ بعض نہایت عمدہ اور نفیس مسائل کو شامل کتاب کر دیا ہے، جن کے شامل کئے بغیر درحقیقت یہ کتاب نامکمل ہوتی۔"(۱۲)

اور امام سیوطیؒ اپنی مایہ ناز کتاب "الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور" کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"میں نے اپنی کتاب ترجمان القرآن تالیف کی جو کہ تمام کی تمام مرفوع روایات پر مشتمل اور کئی جلدوں پر محیط تھی اور میں نے اس میں تمام روایات کو بمع اسناد ذکر کیا تھا، لیکن جب میں نے دیکھا کہ لوگوں کی ہمتیں اس کو حاصل کرنے سے قاصر ہیں اور وہ صرف متون پر انحصار کرنا چاہتی ہیں۔تو میں نے اسناد کو چھوڑ کر صرف روایات کے متن پر اکتفا کرتے ہوئے الدرالمنثور کے نام سے اس کی تلخیص کر دی اور شروع میں اس معتبر کتاب کا حوالہ دے دیا ہے، جہاں سے میں نے یہ احادیث اخذ کی ہیں۔ یہ اس بحث کا ہلکا سا خاکہ تھا جو میں نے علماء کے اقوال کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔"(۱۳)

وہ علماء جنہوں نے مختلف کتب کے اختصار کا بیڑہ اٹھایا شاید ان کے پیش نظر اہم ترین مقصد یہی تھا کہ اس طرح کتب کو یاد کرنا آسان ہوگا اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ ابتدائی مرحلہ میں طالب علم کے لئے سمجھنے کی نسبت یاد کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ طالب علم کی علمی تعمیر و ترقی میں ان دونوں پہلوؤں کا اس طرح دھیان میں رکھا جائے کہ ان میں باہم توازن اور اعتدال قائم رہے۔

اس کی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ تقریباً ہر دور میں علماء کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ بچوں کو سب سے پہلے حفظ کروانا چاہئے، کیونکہ یہ حفظ آئندہ مرحلہ میں کلام کو سمجھنے اور اس سے احکام کو استنباط کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔ یاقوت حمویؒ کسی دور میں اختصار کے سخت مخالف تھے۔ جو شخص ان کی کتاب سے استفادہ کرنا چاہتا، اس سے یہ عہد لیتے کہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی یا اختصار کی کوشش نہ کرے گا۔ اگر وہ نہ مانتا تو اس کے شدید مخالف ہو جاتے اور اسے کہتے: جاؤ اللہ تم سے پوچھے، وہ اپنی کتاب معجم البلدان میں لکھتے ہیں:

''طلبہ نے بارہا مجھ سے اس کتاب کا اختصار کرنے کا مطالبہ کیا، لیکن میں نے انکار کردیا۔ یقیناً ان کا یہ مطالبہ ان کی پست ہمتی کا غماز تھا، لیکن اس کے باوجود پوری کلاس میں سے کسی نے بھی ان کے خلاف آواز بلند نہ کی۔ میں نے پھر بھی ان پر کسی قسم کی تنقید نہیں کی، لیکن میرا ان سے یہ مطالبہ ہے کہ اگر کوئی شخص میری اس کتاب کو نقل کرنا یا اس سے استفادہ کرنا چاہتا ہے تو خدارا اس کی تلخیص یا اختصار کرکے میری اعصاب شکن محنت کو برباد کرنے کی جسارت نہ کرے۔'' (١٤)

وہ مزید لکھتا ہے:

''اگر تم میری یہ گزارش مان لو تو تمہارا مجھ بہت بڑا احسان ہوگا۔ میری دعا ہوگی کہ اللہ تمہیں اپنے صالح بندوں میں شامل فرمائے۔ اور اگر تم باز نہیں آؤ گے تو یقیناً یہ ایک استاد کی نافرمانی ہوگی اور اللہ آخرت میں تم سے نپٹ لے گا۔ اور یاد رکھو، کسی کتاب کی تلخیص کرنے کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی اچھے بھلے آدمی کو پکڑ کر اس کے اعضا کاٹ دے۔ اس کے ہاتھوں کو شل کردے، اس کے پاؤں بیکار کردے، اس کی آنکھوں کا نور چھین لے، اس کے کان کاٹ دے۔ یا جیسے کوئی شخص کسی عورت کا زیور چھین کر اس کا حسن برباد کردے یا کوئی آدمی کسی فوجی سے اس کا اسلحہ اور سواری وغیرہ چھین کر اسے بالکل نہتا کردے۔ (١٥)

لیکن اس کے باوجود یاقوت حمویؒ کو اپنی کتاب معجم البلدان کے اختصار کی آزمائش سے دوچار ہونا پڑا، کیونکہ صفی الدین عبدالمومن بن عبدالحق البغدادیؒ (٧٣٩ھ) نے ''مراصد الإطلاع علی أسماء الأمكنة والبقاع'' کے نام سے اس کا اختصار کیا ہے۔ وہ اپنے اس کام کا عذر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کتاب ''معجم البلدان'' کو لکھنے کا مقصد تو یہ تھا کہ اس میں صرف ممالک اور مختلف علاقوں کی تاریخ ہوتی (جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے) لہٰذا یہ مناسب نہ تھا کہ اس میں کسی دوسرے علم کی آمیزش کی جاتی، کیونکہ اس سے ذہن منتشر ہوتا ہے۔ کان سننے سے انکار کرتے ہیں اور طویل کلام اکتاہٹ کا باعث ہوتا ہے۔ جس کے باعث طالب علم کما حقہ استفادہ نہیں کرپاتا۔ کچھ یہی حالت اس کتاب ''معجم البلدان'' کی تھی، لہٰذا میں نے اس کا اختصار کردیا اور میں نے اس میں سے ان جگہوں کے نام جمع کردیئے جو عموماً احادیث اور آثار میں ذکر ہوئے ہیں اور میں نے مصنف کی عائد کردہ شرط اور اختصار سے اس کی ممانعت کو قابل اعتنا نہیں سمجھا۔ کیونکہ اس شرط کو ماننا ضروری نہیں تھا اور اختصار کے پیش نظر جو فائدہ کارفرما تھا، وہ میں نے ذکر کردیا ہے۔'' (١٦)

اختصارنویسی کی اقسام

اختصارنویسوں کے مختلف اغراض ومقاصد کے پیش نظر اختصار کی متعدد اقسام ہیں:

۱۔ کبھی اختصار کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی امام یا عالم کے بعض فتاویٰ کو اختصار کے ساتھ ایک جگہ جمع کردیا جاتا ہے یا اس کے افادات اور مختلف مسائل پر دیئے گئے جوابات کو کتاب کی صورت میں یکجا کردیا جاتا ہے اس صورت میں مقصود کسی عالم کی مخصوص کتاب کا اختصار نہیں ہوتا، بلکہ اس کی تمام کتب یا بعض کتب یا اس کے دروس اور لیکچرز کا خلاصہ پیش نظر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اسماعیل بن یحییٰ مزنیؒ (۲۶۴ھ) اپنی ایک کتاب کے متعلق فرماتے ہیں کہ میری یہ کتاب محمد بن ادریس الشافعیؒ کے علم کا خلاصہ ہے۔(۱۷)

۲۔ کبھی اختصار کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک سے زائد کتب کو سامنے رکھ کر ان سے مسائل کا استخراج کیا جاتا ہے، پھر انہیں ایک خاص ترتیب کے تحت کتاب کی شکل دے دی جاتی ہے۔ اس صورت میں یہ کتاب مختلف کتب کے امہات مسائل کا ایک جامع مجموعہ ہوتی ہے۔ یہ کام بہت بڑی اہمیت کا حامل اور اپنے اندر بے پناہ فوائد رکھتا ہے، کیونکہ آدمی اس میں بے شمار کتب اور مراجع کی طرف براہ راست رجوع کرتے ہوئے اخذ وتحصیل کرتا ہے۔ اس کی مثال ابن حاجب کی کتاب "**جامع الأمهات**" ہے۔ یہ کتاب فقہ مالکی کا خلاصہ ہے۔ مصنف نے اسے مالکی مذہب کی ساٹھ کتب کو سامنے رکھ کر مرتب کیا تھا۔(۱۸)

۳۔ اور کبھی کسی عالم کی کسی مخصوص کتاب کا اختصار کیا جاتا ہے، مثلاً اختصار نویس نے دیکھا کہ یہ کتاب نہایت ضخیم ہے۔ سوچا اس کا اختصار ہونا چاہئے یا کوئی دوسرا شخص انہیں توجہ دلاتا ہے کہ اس کتاب کا اختصار ہونا چاہئے۔ اس قسم کی مختصرات زیادہ مشہور اور عام پائی جاتی ہیں۔ تفسیر میں اس کی مثال، علاء الدین ابی الحسن علی بن محمد بن ابراہیم الخازنی (۷۴۱ھ) کی کتاب: "**لباب التأويل في معاني التنزيل**" ہے۔ یہ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی (۵۱۰ھ) کی کتاب "**معالم التنزيل**" کا اختصار ہے اور بغوی کی تفسیر، ابی اسحٰق احمد بن محمد الثعلبی (۴۲۷ھ) کی کتاب "**الكشف والبيان عن تفسير القرآن**" کا اختصار ہے۔

۴۔ کبھی یوں ہوتا ہے، اختصار تو کسی مخصوص کتاب کا ہی کیا جاتا ہے، لیکن اختصار کرتے ہوئے، اصل کتاب کی تمام مباحث، اس کے طریق کار اور تبویب کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔

۵۔ کبھی یہ ہوتا ہے کہ اختصار کا کسی دوسری کتاب سے بالکل تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ مصنف اسے ابتداء سے تالیف کرتا ہے۔ اس کو مختصر اس لئے کہا جاتا ہے، کیونکہ کتاب کی عبارات نہایت مختصر ہوتی ہیں۔ یوں کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے معانی سمو جائیں۔ اس کو آپ متن سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس کی مثال فقہ حنبلی میں ''مختصر الخرقی''، فقہ مالکی میں ''مختصر خلیل بن اسحاق الجنیدی "اور فقہ حنفی میں ''مختصر أبی الحسین احمد بن محمد القدوریؒ'' ہے۔

اختصار نویسوں کی اقسام

۱۔ کبھی یہ ہوتا ہے کہ مؤلف بذات خود ہی اختصار کرتا ہے۔ وہ یوں کہ مؤلف خود ہی ابتدا سے ایک کتاب تالیف کرتا ہے پھر مختلف مقاصد کے پیش نظر اس کا اختصار کر دیتا ہے۔ مختصرات کی یہ قسم حسن ونفاست میں نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اور اصل کتاب کے زیادہ قریب ہوتی ہے، کیونکہ یہاں اختصار کرنے والا مؤلف خود ہے وہ اپنی کلام کے مقاصد اور اس کے حسن وقبح کو خوب سمجھتا ہے۔

اس نوع کی تالیفات بکثرت ہیں۔ تفسیر میں اس کی مثال امام سیوطیؒ کی کتاب ''الدر المنثور'' ہے۔ یہ ان کی اپنی ہی کتاب ''ترجمان القرآن'' کا اختصار ہے۔ اختصار میں انہوں نے اصل مخرج کا حوالہ دیتے ہوئے صرف احادیث اور آثار کے متن کو ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے اور سندوں کو حذف کر دیا ہے۔ اس نوع کی دوسری مثال امام ذہبی کی کتاب ''الکاشف فی رجال الکتب الستة " ہے، انہوں نے اس کو اپنی کتاب ''تذهیب تهذیب الکمال'' سے اختصار کیا ہے۔ فقہ حنفی میں اس طرز کی مختصر کتاب ''الدر المختار شرح تنویر الأبصار'' ہے۔ یہ کتاب علاء الدین محمد بن علی الحصکفی کی ہے اور یہ ان کی اپنی ہی کتاب ''خزائن الأسرار و بدائع الأفکار فی شرح تنویر الأبصار و جامع البحار'' کا اختصار ہے۔(۱۹) اور فقہ شافعی میں اس طرز کی کتاب'' الوسیط فی المذهب '' ہے۔ یہ امام محمد بن محمد الغزالی کی ہے اور اس میں انہوں نے اپنی کتاب ''البسیط فی المذهب '' کا اختصار پیش کیا ہے۔

۲۔ کبھی اصل کتاب کے مؤلف کا شاگرد یا اس کا کوئی ہم عصر اور ہم درس اس کی کتاب کا اختصار کرتا ہے۔ یہ صورت عمدگی اور نفاست میں دوسرے نمبر پر ہے۔ تفسیر میں اس کی مثال ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی ۷۰۱ھ کی کتاب ''مدارک التنزیل و حقائق التاویل'' ہے۔ یہ کتاب قاضی عبداللہ بن عمر البیضاوی ۶۹۱ھ کی کتاب ''أنوار التنزیل و أسرار التأویل "اور امام زمخشری کی کتاب

''الکشّاف'' اور ابی عبداللہ بن محمد بن السنوسی الحسینی ۸۹۵ھ کی کتاب ''مکمل إکمال الإکمال فی شرح مسلم'' تینوں کا اختصار ہے اور ''مکمل إکمال الإکمال'' یہ عبداللہ محمد بن خلیفہ الوشنانی الأبی (۸۲۷ھ) کی کتاب ''إکمال إکمال المعلم'' کا اختصار ہے۔

۳۔ کبھی مؤلف کے زمانہ سے بعد کا کوئی عالم اس کی کتاب کا اختصار کر دیتا ہے۔ اس کی مثالیں بے شمار ہیں۔

اختصار کے اغراض ومقاصد اور فوائد

۱۔ بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ کتاب کو یاد کرنا اور اس کے مسائل کو از بر کرنا آسان ہو جائے، کیونکہ ضخیم کتب کو حفظ کرنا ناممکن ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ کتاب کو سمجھنا اور اہم مسائل کو اچھی طرح ذہن نشین کرنا آسان ہو جائے، کیونکہ مختصر کتاب کی حیثیت ایک شارٹ نوٹس کی ہوتی ہے جس میں تکرار، غیر ضروری تفصیلات و تفریعات اور اکتا دینے والی طوالت کو حذف کر دیا جاتا ہے جن کی وجہ سے اکثر و بیشتر طالب علم اہم اور ضروری مسائل کو بھی بھلا بیٹھتا ہے۔ طویل سے طویل عبارت کا نتیجہ اگر چند فقروں میں سمو دیا جائے تو قاری کے لئے بڑی آسانی پیدا ہو جائے گی۔

۳۔ پھر اختصار سے کتاب کی ضخامت کم ہونے کی وجہ سے اسے سفر وغیرہ میں ساتھ لے جانا آسان ہوتا ہے۔ کئی جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب کی تلخیص اگر ایک جلد میں ہو جائے تو نہ صرف اس کو اٹھانا آسان ہے، بلکہ انسان کافی زیادہ وقت بھی پس انداز کر سکتا ہے۔ بعض کتب اتنی طویل ہوتی ہیں کہ عمر بھر بھی ختم نہیں ہو سکتیں اور جو شخص وقت کی قدر و قیمت جانتا ہے، وہ مختصرات کی اہمیت کا بخوبی ادراک کر سکتا ہے۔

۴۔ اختصار کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ موضوع روایات، عقائد فاسدہ اور شاذ اقوال کو اصل کتاب سے نکال باہر کیا جائے۔ یا ان کی نشاندہی کر دی جائے۔ اور اختصار کا سب سے اہم مقصد اصل کتاب کے مواد کی نوک پلک سنوارنا، اسے غلطیوں اور حشو وزوائد سے پاک کرنا اور اس کے الفاظ کو کم کرنا کہ کم از کم الفاظ میں زیادہ سے معانی آ جائیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ اختصار نویس اپنے قلم کو بے مہار چھوڑ دے، جہاں چاہے قطع و برید کرتا پھرے، بلکہ اختصار کے کچھ قواعد ہیں، بعض ضابطے ہیں، جن کا آئندہ سطور میں تذکرہ ہوگا، انہیں پیش نگاہ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ ان قواعد وضوابط سے قطع نظر ہو کر وادی اختصار میں قدم رکھنا یقیناً علمی بد دیانتی کے مترادف ہوگا۔

۷۔ بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ اختصار نویس اصل کتاب کے مصنف سے علم میں بڑا ہوتا ہے۔ چنانچہ مختصر

کتاب اصل کتاب سے زیادہ مفید اور نفع رساں ہوتی ہے۔اس کی مثال امام بغویؒ کی تفسیر معالم التنزیل ہے یہ اگرچہ امام ثعلبیؒ کی تفسیر کا اختصار ہے، لیکن مقام ومرتبہ کے لحاظ سے اصل کتاب سے برتر ہے، اس لئے کہ امام بغویؒ نے اختصار کرتے ہوئے ان تمام موضوع روایات اور من گھڑت حکایات کو نکال دیا ہے، جن سے امام ثعلبیؒ کی تفسیر بھری ہوئی تھی۔امام ثعلبیؒ کا حدیث کے بارے میں علم کچھ زیادہ نہ تھا جس کی وجہ سے بے شمار موضوع روایات اور باطل حکایات اور قصے ان کی تفسیر میں شامل ہوگئے۔چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''اگرچہ امام بغویؒ کی تفسیر امام ثعلبیؒ کی تفسیر کا نصف ہے، لیکن انہوں نے اپنی تفسیر کو موضوع احادیث اور من گھڑت نظریات سے پاک کردیا ہے۔''(۴۰)

اختصار نویسی کے عیوب ونقائص

اگر تالیفات کا اختصار اپنے اندر فوائد رکھتا ہے تو فی الجملہ یہ عیوب ونقائص سے بھی خالی نہیں ہے۔ خصوصاً اس وقت جب اختصار نویس اس قدر اہلیت کا حامل نہ ہو کہ وہ اس کام کو بخوبی انجام دے سکے۔اب اختصار کے نقصانات ملاحظہ فرمائیے:

أ۔ اختصار کرتے ہوئے بے شمار لفظی محاسن، تراکیب اور جملے حذف ہوجاتے ہیں اور تشبیہ کی مختلف صورتوں اور ضرب الامثال کو نظر انداز کردیا جاتا ہے، حالانکہ یہ تمام چیزیں کتاب کی جان ہوتی ہیں۔کتاب کو حسن سے مالا مال کرتی ہیں۔اس کے مسائل کی وضاحت کرتی ہیں۔قاری کے ادبی اور علمی ملکہ کو بڑھاتی ہیں۔

ب۔ پھر اس میں احادیث کے مختلف طرق حتیٰ کہ کتب احادیث کی سندوں کو بھی حذف کردیا جاتا ہے، جس سے کتاب ایک بہت بڑے قیمتی علمی ورثہ سے محروم ہوجاتی ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ مختصر کتاب اس قدر شہرت حاصل کرلیتی ہے کہ لوگ اصل کتاب کو بالکل بھول جاتے ہیں۔اسی طرح جب کتاب سندوں سے خالی ہوگی تو یقیناً حدیث پر حکم لگانا ناممکن ہوگا۔

ج۔ پھر یہ بات تو مسلمہ ہے کہ آپ بیان میں جس قدر اختصار کریں گے، اسی قدر اس کی عبارات، الفاظ ، دقیق الفہم اور مغلق ہوتے جائیں گے اور ان کو حل کرنا نہایت مشکل ہوگا۔ بلکہ بعض مختصرات کو تو شروحات کے بغیر سمجھنا ناممکن ہوتا ہے۔پھر آپ جانتے ہیں کہ انسان جس چیز کو خوب سمجھتا ہے، اسے حفظ کرنا بھی آسان ہوتا ہے۔اور پھر کتاب کو سمجھنا اس کو حفظ کرنے سے زیادہ ضروری ہے اور جب کسی

کتاب کو سمجھنا اور یاد کرنا مشکل ہی ہو جائے تو پھر آخر اس کو تصنیف کرنے کی کیا غرض و غایت باقی رہ جاتی ہے؟

د۔ پھر اگر اختصار نویس کو کسی خاص فن میں تخصص حاصل ہے تو وہ اختصار کرتے ہوئے اسی فن کا زیادہ اہتمام کرے گا جس میں اسے مہارت حاصل ہے۔ اگر اختصار کرنے والا لغت کا ماہر ہے تو اس کی زیادہ توجہ لغوی پہلوؤں پر مرکوز ہوگی، جس سے دوسرے پہلو تشنہ رہ جائیں گے۔ اور جب اختصار کرنے والا فقیہ ہوگا تو اس کا زیادہ زور فقہی پہلوؤں کو اجاگر کرنے میں صرف ہوگا اور بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ کتاب اختصار نویس کے مذہبی میلان اور فقہی ترجیحات کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔

ھ اس کے علاوہ کتاب گراں قدر علمی نکات اور فنی لطائف سے محروم ہو جاتی ہے۔ چھوٹے تاریخی واقعات کو حذف کر کے صرف بڑے بڑے واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے اور ناموں کو حسب و نسب اور واقعات سے کاٹ کر مختصر کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔ جس سے نام کو پہچاننے میں مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔

و۔ اختصار شدہ کتاب کا مواد Text ابہام و غموض سے خالی نہیں ہوتا اور ایک نو آموز طالب علم کے لئے یہ خاصی تشویش اور پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔

ز۔ تالیفات کا اختصار کرنے اور مختصرات کی طرف بکثرت رجوع کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مبسوط کتب سے متعلّم کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور موجودہ دور میں طلبہ کی اکثریت اس رجحان سے دوچار ہے۔ اگر کسی وجہ سے انہیں اصل کتب کی طرف رجوع کرنا پڑ جائے تو اکثریت پریشان ہو جاتی اور عبارات ہی ان کے گلے کی ہڈی بن جاتی ہیں اور اکثر اصطلاحات کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ جب طلباء کی اکثریت نوٹس Notes پر انحصار کر کے بیٹھ جائے گی جو اکثر قلیل مواد، غیر موزوں اور ناشائستہ اسلوب اور سطحی موضوعات کے حامل ہوتے ہیں تو یقینی بات ہے کہ طالب علم امہات کتب کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔

ح۔ پھر تالیفات کے اختصار میں وقت صرف کرنا محض وقت کا ضیاع ہے۔ اس کی بجائے یہ وقت تصنیف و تالیف اور تجدیدی کام میں صرف ہونا چاہئے۔ متقدمین نے جو علمی اندوختہ چھوڑا ہے اس پر مزید اضافہ ہونا چاہئے تا کہ نئے علمی حقائق، نکات، ناقدانہ بحثیں اور جدید اصولی مباحث سامنے آسکیں۔

ط۔ بعض اوقات اختصار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مختصر کتاب اصل کتاب کے ساتھ اس طرح ضم اور گڈمڈ ہو جاتی ہے کہ وہ دونوں ایک چیز بن جاتی ہیں اور وہ کتاب مختصر نویس کے نام سے مشہور ہو جاتی ہے اور اصل

کتاب کے مصنف کی ساری محنت پردہ خفا میں چلی جاتی ہے اور یہی علمی بدعنوانی اور بددیانتی ہے۔ یہ گویا کسی کی خوبی پر پردہ ڈالنے اور اس کا کریڈٹ ایسے شخص کو دینے والی بات ہے جو اس کا مستحق نہیں تھا۔ ضروری ہے کہ اصل کتاب کا تحفظ کیا جائے اور اس کی نسبت اس کے اصل مصنف کی طرف ہی ہونی چاہیے۔ اس علمی بدعنوانی کی ایک مثال میں آپ کے سامنے ذکر کرتا ہوں۔ امام صنعانیؒ کی کتاب ''سبل السلام شرح بلوغ المرام'' ایک مشہور و معروف اور متداول کتاب ہے۔ لیکن آپ کو یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ ''بلوغ المرام'' کی اصل شرح قاضی شرف الدین الحسین بن محمد المغربی الیمانی کی کتاب ''البدر التمام'' ہے اور ''سبل السلام'' اس کا اختصار ہے۔ لیکن ''سبل السلام'' کے بیشتر قارئین اصل کتاب اور اس کے مصنف کے نام سے بھی واقف نہیں ہوں گے، تو کیا ''سبل السلام'' کو ''بلوغ المرام'' کی شرح قرار دینا اصل حقدار کو اس کے حق سے محروم کرنے کے مترادف نہیں ہوگا؟

اختصار کے قواعد وضوابط

علماء کرام کی کتب اور تالیفات ہمارے لئے ایک چراگاہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور ان کی محنت، ان کے لئے ایک محفوظ حق ہے۔ کسی کے لئے یہ روا نہیں ہے کہ وہ اس حق پر ڈاکہ زنی کرے یا اس سے ناجائز فائدہ اٹھائے۔ یہ ہمارے پاس علمی امانت ہے۔ اور علمی امانت میں خیانت کرنا یقیناً فرض امانت میں خیانت کے مترادف ہوگا ۔ پھر کسی کی فضیلت کے اعتراف میں بخل سے کام لینا کہاں کا انصاف ہے۔ کسی محنت کو غیر کی طرف منسوب کرنا کیا ظلم نہ ہوگا؟ آج کچھ لوگوں پر علماء کی کتب کو مختصر کرنے کا جنون سوار ہے۔ وہ ایسے کام پر پل پڑے ہیں جس کو وہ بخوبی انجام نہیں دے سکتے۔ وہ دوسروں کی تلوار سے شکار کرنا چاہتے ہیں اور چوری کے کپڑوں میں سردی سے پناہ ڈھونڈ رہے ہیں۔

ایسے لوگوں کا یہ کام اختصار نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے کوئی علمی پیش رفت کہا جاسکتا ہے، بلکہ ان کا یہ کام کسی چیز کو بگاڑنے اور ملمع سازی کے مترادف ہوگا۔ یہ لوگ دوسروں کی تصانیف سے وہ سلوک کرتے ہیں جو قصاب قربانی کے بکرے سے کرتا ہے۔ دوسروں کی تصانیف کو اپنی قلم کاری کا تختہ ستم بناتے ہیں۔ راجح اقوال کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور واضح حقائق کو مسخ کرتے ہیں اور اختصار کرتے ہوئے وہ عجوبے چھوڑتے ہیں جس کا اختصار اور اصل کتاب سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص اختصار کے پردے میں اسلاف کے عقائد میں ہیر پھیر کرتا ہے۔ کبھی صحیح کو ضعیف کہتا ہے تو کبھی ضعیف کو صحیح قرار دیتا ہے۔ اسے مؤلف کی عزت وحرمت کا پاس ہوتا ہے نہ اس کے حقوق کی حفاظت کا خیال۔ تو کیا اس کی اس علمی بددیانتی کو اختصار

کا نام دیا جا سکتا ہے؟

اختصار نویسی کے کچھ قواعد وضوابط ہیں کہ اگر انہیں پیش نظر نہ رکھا جائے تو اس اختصار کا نقصان اس کے فائدے سے زیادہ ہوگا۔ درج ذیل اصول و اضوابط کی روشنی میں اختصار نویسی کے عیوب و نقائص سے کافی حد تک بچا جا سکتا ہے۔

۱۔ اختصار نویس کے لئے اپنے اس کام میں مخلص ہونا بنیادی شرط ہے۔ مقصد یہ نہیں ہونا چاہیے کہ مصنّفین کی صف میں شامل ہونے کا یہ بڑا آسان طریقہ ہے، بلکہ اس کے پیش نظر انسانیت کی بھلائی ہونا چاہیے۔

۲۔ وہ اختصار کرتے ہوئے، اصل کتاب کے تمام مسائل اور فوائد کا احاطہ کرے اور صرف تکرار اور غیر ضروری تفصیل و توضیح کو حذف کیا جائے تا کہ اختصار سے کسی قسم کوئی کمی محسوس نہ ہو۔

۳۔ دقیق الفہم اور گنجلک عبارات کو سہل، شستہ اور رواں زبان میں ڈھال دیا جائے، لیکنان مفاہیم اور معانی کا تحفظ کیا جائے جو مصنف کا اصل مقصود ہے۔

۴۔ ایسے مقامات جہاں ضمائر کا مرجع معلوم کرنے میں دشواری ہو تو اس کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ کئی مختلف جگہوں، اشخاص اور راویوں کا نام ایک ہی ہوتا ہے۔ جہاں اس قسم کا اشکال یا ابہام پیدا ہو تو نہایت اختصار مگر واضح انداز سے اس اشکال یا شبہ کا ازالہ کر دیا جائے۔

۵۔ اختصار کرتے ہوئے اصل کتاب کے بنیادی دلائل اور مصنف کے افکار سے کس قسم کا تعرض نہ کیا جائے اور ایسے واقعات کو حذف کر دیا جائے جن کی بنیاد ایسے مفروضوں پر قائم ہو جو نادر الوقوع ہوں یا ان کا ہونا عقل سے بعید ہو۔

۶۔ ایسے شاذ اور منفرد اقوال جن کا شذوذ اور تفرد نہایت واضح ہو اور وہ خود ساختہ آراء جن کا خطرہ نہایت عیاں ہو، انہیں حذف کر دیا جائے۔ اور یہ کتاب کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہے، بلکہ اس سے مقصود معاشرہ کی اصلاح، اسے برائی سے روکنا اور مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔ لیکن مصنف کی ذاتی آراء میں کسی قسم کی تحریف نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جائے جو اس نے نہیں کہی، خواہ وہ رائے درست اور مبنی برحق ہو۔ عدل کا تقاضا بہر حال یہ ہے کہ کوئی ایسی بات خود نہ تراشی جائے جو مصنف کے قلم سے نہیں نکلی اور کوئی ایسا مسلک اس کی جانب منسوب نہ کیا جائے جو اس نے اختیار نہیں کیا۔ ہوتا یہ ہے کہ بعض اختصار نویس اپنے مذہب کی تائید اور اہل حق افراد میں اضافہ کی نیت سے یہ طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ اگر چہ یہ مقصد نیک ہے، لیکن اس کی خاطر اس جیسے قبیح عمل کو جو سراسر

جھوٹ پر مبنی ہو اسے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ برائی کو برائی سے ختم نہیں کیا جا سکتا اور حق اور اہل حق سے خیر خواہی رکھنے والوں کو مطمئن رہنا چاہئے، یقیناً اللہ ان کی قلت کو کثرت میں تبدیل کرے گا۔

۸۔ پھر اختصار و ایجاز میں اس قدر مبالغہ آرائی نہیں ہونی چاہئے کہ کلام نا قابل فہم ہو جائے، کیونکہ اس سے وہ مقصد فوت ہو جائے گا جو مختصر نویس کے پیش نظر تھا۔ طویل عبارت کو اختصار کے چکر میں الجھاؤ اور گنجلک پن کی بھینٹ چڑھا دینا کوئی مفید اقدام نہ ہوگا۔

۹۔ اختصار کے لئے ایسی بلند پایہ کتب کا انتخاب ہونا چاہئے جن کا اختصار کثیر فوائد کا متحمل ہو اور وہ عام و خاص سب کے لئے یکساں مفید ہو۔

۱۰۔ پیش نظر کتاب کا اختصار کرتے ہوئے اس کے ضروری مباحث و مقاصد کا تعین اس لئے ضروری ہے کہ کہیں وہ کسی اہم اور بنیادی بات کو حذف کر کے مصنف کی اصل غرض و غایت میں خلل اندازی اور کتاب کے ضروری اور زائد حصہ کو باہم گڈمڈ نہ کر دے۔ مثال کے طور پر حدیث کی مسند کتب (وہ کتب جنہیں مصنف نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے) جو زیادہ مشہور و معروف نہ ہوں اور نہ ہی ان کے متعدد نسخے ہوں تو ایسی کتب کی اسانید کو حذف کے صرف متون پر اکتفا کرنا مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کتاب فن رجال (رواۃ) کے بارے میں ہے تو یہ قطعاً مناسب نہیں ہے کہ راوی کی ذاتی سیرت، اس کا حسب ونسب اور لقب اور پیشہ تو ذکر کر دیا جائے، لیکن علم حدیث میں اس کا حکم اور روایت حدیث میں اس کے مقام و مرتبہ کو حذف کر دیا جائے۔ اسی طرح اختصار نویس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس کتاب کا اختصار کرنا چاہتا ہے اس پر اس کی وسیع نظر ہو اور دقت نظری سے اس کا جائزہ لے سکتا ہو، کیونکہ اختصار کا مقصد صفحات کو کم کرنا یا زیادہ جلدوں سے نجات حاصل کرنا نہیں ہے، بلکہ مقصد اسے مفید عام بنانا ہے۔

۱۱۔ اصل کتاب کی نسبت اس کے مصنف کی طرف ہونی چاہئے اور مختصر کتاب کے عنوان اور مقدمہ دونوں میں، یا کم از کم مقدمہ میں اس کا نام ضرور ہونا چاہئے، وگرنہ اصل کتاب اور اس کے مصنف کا نام اور اس کا کام طاق نسیان میں چلا جائے گا، حالانکہ اصل کاوش تو اسی کی ہے۔

۱۲۔ پھر اصل کتاب کی ترتیب اور سیاق میں بلاوجہ کسی طرح کی تبدیلی بھی روا نہیں ہے۔ کیونکہ یہی درحقیقت کسی کی کتاب کو اپنی طرف منسوب کرنے کا حیلہ ہوتا ہے۔ مقدم کو موخر کیا اور موخر کو مقدم کیا اور سیاق میں ہیر پھیر کی اور کتاب کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ یہ تبدیلی اسے اس بددیانتی کا جواز فراہم نہیں

کرسکتی۔ ہاں اگر اس کا مقصد کتاب کے مسائل ومباحث تک پہنچنے میں سہولت ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے بارے میں کتاب کے آخر میں ایک تفصیلی فہرست لف کردے۔

۱۳۔ اختصار نویس اولاً کتاب کے متعلق اپنے کام کی نوعیت واضح کرے۔ پھر یہ بتائے کہ اختصار میں اس کا طریقہ کار اور منہج کیا ہوگا، تاکہ یہ حکم لگانا ممکن ہوسکے کہ آیا اس کا یہ کام درست ہے یا غلط اور اس کے بعد وہ اپنی خطا کا خود ذمہ دار ہو۔ اصل مصنف کو اس کی غلطی کا ذمہ دار نہ ٹھہرا جا سکے۔ نیز وہ واضح کرے کہ وہ کن وجوہات کی بناء پر اس کتاب کا اختصار کرنا چاہتا ہے۔

۱۴۔ اختصار نویس کے ضروری ہے کہ وہ اصل کتاب کی خامیوں اور نقائص، نامکمل عبارات اور تشنہ مباحث کو مکمل کرتے ہوئے خوب تحقیق کرلے کہ کہیں وہ اصلاح کرتے ہوئے خود تو غلطی کا مرتکب نہیں ہورہا۔

۱۵۔ اختصار نویس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اختصار کرتے ہوئے اصل کتاب کی امتیازی خصوصیات جو اسے دیگر کتب سے ممتاز کرتی ہیں، کی حفاظت کرے۔ اگر اختصار نویس نے کتاب کی ان نمایاں خوبیوں اور امتیازی خصوصیات کی حفاظت نہ کی تو گویا اس نے کتاب کے جواہر پاروں کو اپنے اختصار کی بھینٹ چڑھادیا۔ اگر اختصار نویس میں اس کام کو کرنے کی اہلیت وقابلیت نہیں ہے تو اس کے درپے نہ ہو کیونکہ تالیف وتصنیف اوراق سیاہ کرنے اور وقت پاس کرنے کا نام نہیں ہے۔

۱۷۔ کتاب کے اصل مصنف کو مذمت کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ اس کی حیثیت اور مقام کو کم کرنے کی کوشش نہ کی جائے، نہ ہی اس کی کتاب کو محض تنقید کا نشانہ بنایا جائے۔ اس کے منہج کا ااستخفاف اور اس کے طریقہ کار کی عیب جوئی نہ کی جائے۔ اس کی کتاب کی خوبیوں اور خصوصیات کو بھی بیان کرے۔ اگر اس سے کوئی کوتاہی سرزد ہوئی ہے تو تنقید میں عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

۱۸۔ اختصار نویس اختصار کرنے سے قبل مصنف کے منہج اور طریقہ کار کا نہایت گہرائی سے مطالعہ کرے۔ اس طریقہ سے وہ مصنف کی تالیف کے بنیادی مقاصد تک آسانی سے رسائی حاصل کرسکتا ہے۔

۱۹۔ اختصار کرنے سے پہلے اصل مسودہ کی خوب چھان بین کرے۔ خواہ وہ نسخہ طبع شدہ ہو یا مخطوطہ کی شکل میں ہو۔ اگر کتاب کے ایک سے زائد نسخے ہوں تو ان کا باہمی تقابل اور موازنہ کرے اس لئے کہ اختصار صرف اصل کتاب کی قطع برید کا نام نہیں ہے بلکہ کتاب کو مکمل کرنا اور اس کے نقائص اور خامیوں کو دور کرنا بھی اختصار کے فرائض میں شامل ہے۔

یہاں ایک بات پیش نظر رہے کہ متن اور شرح دونوں میں اعتدال اور میانہ روی کا دامن ہاتھ سے

چھوٹنے نہ پائے۔ نہ تو متن میں اس قدر ایجاز و اختصار ہو کہ وہ نا قابل حل معمہ بن جائے اور نہ شرح میں اس قدر افراط ہو کہ جا بجا اس پر غیر موزونیت اور بودے پن کا گمان ہونے لگے۔ امام سیوطیؒ نے اس سلسلے میں نہایت عمدہ بات ارشاد فرمائی ہے:

> ''ایک مؤلف کے لئے ضروری ہے کہ وہ نہ تو ایجاز و اختصار میں اس قدر مبالغہ آرائی سے کام لے کہ عبارت نہایت گنجلک اور پیچیدہ بن جائے اور نہ تشریح و توضیح میں اس قدر افراط سے کام لے کہ کلام میں لچر پن کا احساس ہو۔ اور تالیف میں اس قدر اہتمام کرے کہ متاخرین میں سے کسی نے اس قدر اہتمام نہ کیا ہو۔''(۲۱)

ان اصول و قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے جب کوئی مصنف قلم اٹھائے گا تو ایسا اختصار سامنے آئے گا جو مکمل تاثر اور ابلاغ رکھتا ہوگا اور اس کے ارتقا میں ایک ایسی صنفِ سخن و اظہار آگے بڑھے گی جو ایک جملے میں مکمل اور خوبصورت تاثر پڑھنے والے کے ذہن میں مرتسم کردے گی۔ اور جہاں طوالت سے گریز قاری طویل سے طویل عبارت کا نتیجہ چند فقروں میں حاصل کر لے گا، وہاں ان اختصاریوں میں آپ کو جگہ جگہ ذہانت، برجستگی اور تخلیقی فکر کے شہ پارے بھی نظر آئیں گے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد: مقدمۃ ابن خلدون، ۱/۳۴۱، ۳۴۲، تحقیق عبداللہ محمد الدرویس، دار البلخی، دمشق، الطبعۃ الأولیٰ، ۱۴۲۵ھ، ۲۰۰۴ء

۲۔ حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ چلپی: کشف الظنون: ۱/۳۵، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۳۔ ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی: لسان العرب ۴/۲۴۰، دار صادر، بیروت، الطبعۃ الاولی

۴۔ البہوتی، منصور بن یونس: مقدمہ الروض المربع شرح زاد المستقنع فی اختصار المقنع: ص ۱۱، تحقیق: سعید محمد اللحام، دار الفکر، بیروت، لبنان

۵۔ محمد الشربینی الخطیب: مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج ۱/۲۳، مکتبۃ ومطبعۃ البابی الحلبی وأولادہ، مصر

۶۔ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن: الجامع الصغیر ۱/۶، ۱۷، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت ☆ المتقی الہندی، علی بن حسام الدین: کنز العمال ۱۶/۱۴۷، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۹۸۹ء

۷۔ السخاوی، شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن: فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث: ۲/۲۵۱۔۲۵۳، دار الکتب

العلمیۃ، لبنان، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۳ھ
۸۔ محمد بن عبدالرزاق، کرد علی: خطط الشام ۴۹/۴، مکتبہ النوری، دمشق، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء
۹۔ یاقوت بن عبداللہ الحموی، مقدمہ معجم البلدان ۱۸/۱، دار إحیاء التراث العربی ، بیروت، لبنان ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء
۱۰۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد: مقدمۃ ابن خلدون، ۳۴۶/۱
۱۱۔ السبکی، تاج الدین عبدالوہاب بن علی رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب ۲۲۹/۱، عالم الکتب، بیروت ۱۹۹۹ء، ۱۴۱۹ھ، الطبعۃ الأولیٰ
۱۲۔ النووی، ابوزکریا یحیی بن شرف: منہاج الطالبین ۷/۱۔۸، تحقیق: عوض قاسم احمد عوض، دار الفکر، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۵ھ، ۲۰۰۵ء
۱۳۔ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن :مقدمۃ الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ۹/۱، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۳ء
۱۴۔ مقدمہ معجم البلدان ۱۷/۱
۱۵۔ مقدمہ معجم البلدان ۱۷/۱
۱۶۔ عبدالمؤمن بن عبدالحق، ابن شمائل القطیعی :مراصد الإطلاع علی أسماء الأمکنۃ والبقاع، دار الجیل، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۱۲ھ
۱۷۔ المزنی، إسماعیل بن یحیی: مختصر المزنی ص۱، دارالمعرفۃ، بیروت
۱۸۔ مقدمہ بیان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب، ص:۱۳، ڈاکٹر محمد مظہر بقا، مرکز البحث العلمی وإحیاء التراث العلمی، مکۃ المکرمہ، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶ء
۱۹۔ کتابۃ البحث العلمی ومصادر الدراسات الإسلامیہ، ص۳۴۴، دار الشروق، جدہ، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۶ء۔۱۹۸۶ء
۲۰۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم: الفتاوی الکبریٰ، ۳۴۳/۴، دراسۃ وتحقیق: حسین محمد مخلوف، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۳۹۸ھ۱۹۷۸ء
۲۱۔ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن: تدریب الراوی ۱۵۶/۲، تحقیق: عبدالوہاب عبداللطیف، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، الریاض